

قیمت سالانہ ؏

رجسٹرڈ نمبر ایل ۸۹

نور افشان

حقیقی نور وہ تھا جو دنیا میں آکے ہر ایک آدمی کو روشن کرتا ہے

جلد ۴۶	ہر ہفتہ بروز جمعہ لودیانہ سے شایع ہوتا ہے ۳۰ اگست سنہ ۱۹۱۸ء	نمبر ۳۵

گلدستۂ اخبار

ہماری سرکار ہر ایک میدان جنگ میں کامیابیاں حاصل کر رہی ہے۔

فرانس کے میدان جنگ میں کامیابی خصوصیت کے ساتھ نہایت شاندار اور حوصلہ افزا ہے۔

بعض جرمن ڈویژن میں اب صرف پانچ ہزار آدمی پائے جاتے ہیں۔ اور اُن کی بلٹینوں کی طاقت گھٹ کر کمپنیوں تک رہ گئی ہے۔

بلیریا کی سلطنت کے خیر اندیش کی حصاری فوج نے بغاوت کی ہے۔ اُن کا مطالبہ یہ ہے کہ جرمنی سے فوراً اعلان جنگ کر دینا چاہیئے اور بیرونی فوج کو فرانسیسی میدان میں ضرور بھیجنا چاہئے۔

فرانسیسی نوجیں بھی خوب ترقی کر رہی ہیں اور جرمن پسپا ہوتے چلے جا رہے ہیں۔

گذشتہ ہفتہ اور اس ہفتہ لودیانہ میں خاصی اور تسلی بخش بارش ہو گئی ہے۔

امریکہ نے جیسے سپاہیوں سے جنگ میں بڑی بھاری مدد کی ہے ویسے ہی اشیاء خوردنی کے بہم پہنچانے میں مدد کر رہا ہے۔

آئیندہ سال امریکہ اپنے اتحادیوں کو ۴۰ لاکھ پونڈ چربی۔ ۹۰ کروڑ پونڈ گوشت ایک ارب ۵۰ لاکھ ٹن چینی اور ۵۰ کروڑ بشل اناج بہونچائیگا۔

پیٹروگراڈ اور شمالی روسی صوبجات میں ہیضہ اور قحط کے علاوہ محرقہ بخار بھی کثرت سے پھیل رہا ہے اُن تمام دیہات کی آبادی جنکو صرف دو پونڈ روٹی ہفتہ وار کھانے کو ملتا ہے وہ کثرت سے مر رہے ہیں۔

جاپان میں جو چاولوں کی قلت کی وجہ سے بلوے ہو رہے تھے وہ اب تک جاری ہیں۔

جاپانی امریکن اتفاقی معاہدہ پر امریکن اور جاپانی نمائندوں نے دستخط کر دیے ہیں۔

سربیا کے محاذ پر بھی جنگ شروع ہو گئی ہے۔ مگر تاحال کوئی نمایاں نتیجہ نہیں نکلا

البانیہ میں دشمن نے حملے کرنے شروع کر دیئے۔ مگر پسپا کر دیا گیا اور بالمقابل حملے کئے گئے

امریکن جنرل مارچ نے اعلان کر دیا ہے کہ ۱۵ لاکھ امریکن فوج جہاز پر سوار ہو گئی ہے۔

گورنمنٹ پنجاب نے امرتسر میونسپلٹی میں سکھوں کو ہندوؤں سے علیحدہ ووٹ دیئے ہیں۔

شاہی ٹکسال کی شاخ جو بمبئی میں ہے ۱۶ تاریخ کو سارن ساورن تیار کرنے شروع کر دیئے ہیں۔

ہندوستان کے صوبجات متحدہ میں لڑائی کے اخبار کی جو وہاں کی پبلسٹی کمیٹی کیطرف سے نکلتا ہے تعداد اشاعت ۵۰ ہزار تک پہنچ گئی ہے۔

پنجاب پبلسٹی کمیٹی اپنے اخبار حق کا خاص نمبر نکالنے کی تجویز کر رہی ہے جسکی ایک لاکھ کاپیاں شایع ہونگی۔

تار برقیات

برطانوی پیشقدمی

لندن ۲۵ اگست - ایک برٹش مراسلہ مظہر ہے دریائے سوم کے شمال کیجانب ہمارا حملہ جاری ہے مقام لیسرس تک اس سڑک پر ہمارا قبضہ ہے جو ابرٹ سے باپوم کو جاتی ہے۔ ہم نے ٹلیسن - واربکورٹ اور رفاؤ کورٹ پر قبضہ کر لیا ہے - باپوم کے شمال کیجانب سابچیز اور سہاچینز کو بھی سر کر لیا۔

ہماری تیسری اور چوتھی فوجوں نے جو محاذ جنگ پر ۲۱ اگست سے آجتک قیدی گرفتار کئے ہیں اُن کی تعداد ۱۷ ہزار تک پہونچگئی ہے - دشمن کا ایک بالمقابل حملہ جو اس نے بیلیول کے شمال کی جانب ہمارے حال ہی میں فتح کردہ مورچوں پر کیا تھا شکست کر دیا گیا۔

باپوم کے شمال میں لڑائی

باپوم کے شمال میں نیوریول پر اور عرصے اور کرائیسلو کے گرد و نواح میں جنگ شدید ہوئی - ہم بہیجز کے مشرق کی جانب اور نیور ین دیمیس تک آگے بڑھ گئے ہیں رگیونی کے قطعہ دائرہ میں دشمن نے جو ہمارے ایک کے مورچے پر بالمقابل حملہ کیا تھا الکو ہم نے پسپا کر دیا۔

رسالہ باپوم میں داخل ہو گیا ہے

لندن ۲۵ اگست برٹش رسالہ کے جاسوس کرنے والے دستے آج صبح کو باپوم میں داخل ہو رہے تھے - اور ایسا ہی تھیلوئی میں بھی داخل ہو گئے -

آسٹریلیائی اور برٹش فوجیں آج صبح کو پھر بڑھنا شروع ہو گئی ہیں - اور پوزیر - کانٹلمیسن لائن تک پہنچ گئے ہیں۔

تخمینہ کیا گیا ہے کہ برٹش نے ۲۱ اگست سے آجتک ۲۰ ہزار آدمی گرفتار کرلئے - جولائی کے وسط سے اتحادیوں نے جو قیدی گرفتار کئے ہیں انکی تعداد ایک لاکھ تک پہونچگئی ہے - ان کے علاوہ اور بہت سے دیہات برٹش کے قبضہ میں آگئے ہیں۔

فرانسیسی پیشقدمی

لندن ۲۵ اگست - فرانسیسی مراسلہ راوی ہے رائی کے شمال میں جو ہم نے دشمن پر دھاوا کیا تھا اُس کا صرف یہی نتیجہ بر آمد ہوا کہ ہم نے ۲۰ آدمی پکڑ لئے - علاقہ بیوریجنس میں خاصی گولہ باری ہوتی رہی ہے - دریائے ایلیٹ اور آئین کے درمیان ہم بنیسے تک مشرق میں اور آگے بڑھ گئے ہیں - دریائے سین کے دہنے کنارے پر اور ووڈر میں ہمارے ہراول دستوں نے بہت سے آدمی قید کرلئے - جن میں کچھ آسٹرو ہنگری آدمی بھی تھے -

لندن ۲۶ اگست - ایک فرانسیسی مراسلہ کا بیان ہے کہ علاقہ لیسجنی میں جانبین سے خوب گولہ باری ہوتی رہی - دریائے آئیٹ اور آئین کے درمیان ہم بنیسے کے مشرق میں اور آگے بڑھ گئے - اور ادکریس اوئسٹ کی مغرب کیجانب ہم نے دشمن کے بالمقابل حملوں کو پسپا کر دیا - ہم نے ۵۰ آدمی قید کرلئے - دیگر مقامات میں کوئی قابل ذکر واقعہ نہیں ہوا۔

امریکن محاذ

لندن ۲۶ اگست - رائٹر ایجنسی کا کارسپانڈنٹ مقیمی امریکن صدر مقامات کل تار دیتا ہوا کہتا ہے کہ دریائے آئیٹ کے جنوب اور سائسن کے شمال مغرب میں جو بڑا سطح مرتفع ہے اُس پر قبضہ کر لینے کی غرض سے لڑائیاں بشدت ہو رہی ہیں یہ جانتے ہوئے کہ جونہی کہ سینٹ گوٹیمن سڑک تک سطح مرتفع پر ہمارا قبضہ ہو جائیگا - تو دریائے ویزل کے دہنے کنارہ پر جو اُن کی لائن ہے وہ نہ صرف خطرہ ہی میں ہو جائیگی بلکہ شیمن ڈیڈیمیس پھر مخدوش حالت میں پڑ جائیگا - دریائے ویزل کے امریکن محاذ پر ایک خاص دستہ پر حملہ کرتے ہوئے اُن کو امریکن ریزرو کے استعمال کئے جانے کی بابت بڑی فکر دامنگیر ہے -

جرمن اخبارات بیان کرتے ہیں اُن کو اس علم سے ضعف پڑ گیا ہے کہ جلد یا بدیر کسی نہ کسی جگہ پر انکو لفٹ ہیں نوجوان بہادر امریکنوں کا مقابلہ ضرور کرنا پڑیگا - جنرل لوڈنڈارف جانتا ہے کہ اس کو ابھی بڑی زور کا مقابلہ انکو نہیں پڑا ہے - جس کو اس کے دشمن اُس پر لگانے کو تیار ہے -

اشتہار

اطلاع دیجاتی ہے کہ لودیانہ پریسبٹری کا آئندہ جلسہ سہارنپور میں بتاریخ ۱۲ ماہ ستمبر سنہ رواں بروز سنیچر بوقت ۸ ساڑھے آٹھ بجے صبح فراہم ہوگا - کلیسیائی نقشہ اور کلیسیائی روحانی حالت کی کیفیت پادری جے - ڈبلیو - چاپ صاحب کے پاس ۱- ستمبر تک روانہ کرنا مناسب ہے - اور خزانچی پادری پی - سی - ایل کے پاس تمام فنڈوں کا روپیہ -

المشتہر - پی - سی - اپل - انبالہ چھاؤنی -
پریسبٹری - سٹیڈ کلارک - لودھیانہ



ایڈیٹوریل نوٹس

فطرت سے فطرت کے خُدا کی شناخت

(۳)

مگر زندگی یا حیات کے ماخذ او منبع کے بارے میں مذکورہ ماسبق مشکل کے سوائے ارتقائے حیات کے متعلق ایک اور مشکل پیش آتی ہے کہ فرض کرو کہ پروٹوپلازم کے لیس دار اور پلپلے قطرہ میں زندگی موجود ہے پس سوال لازم آتا ہے کہ اس قطرہ سے انسان کا ارتقا کیسے ہوا؟ سائنس دان اس کا جواب اس نہج پر دیتے ہیں کہ ذی عضو عالم میں یہ کلیہ قاعدہ نظر آتا ہے کہ اس کی ہر ایک شئے ایک منزل پر آکر اور اپنے ماحولات سے محصور اور ان سے متاثر ہو کر سبب اور اثر کے طبعی قانون کے زیر آجاتی ہے اور نئی نئی شکلیں اختیار کر لیتی ہے۔ مثال کے طور پر بیج یا تخم کی نفیر پیش کیجاتی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ بیج کے اندر زندگی کی اصل موجود ہے۔ جس کا خاصہ یہ ہوتا ہے کہ وہ خاص طریقہ پر ترقی کرتا ہے اور اُن سے کبھی تجاوز نہیں کرتا۔ اس انکشاف سے جو اُس کی ذات میں موجود ہے خاص خاص اعلےٰ درجہ کے کیمیاوی عمل ظہور میں آتے ہیں۔ مثلاً یہ بیج یا زندگی کی اصل خوراک میں تبدیل ہوجاتی ہے اور پھر اُن تودے کے مشابہ ہوجاتی ہے جو اُس کو اپنے اردگرد کی زمین ہوا پانی اور آفتاب کی حرارت وغیرہ سے ملتے ہیں۔ بعد ازاں اسی سلسلہ میں وہ بیج ان عناصر کو اپنے اجزائے ترکیبی میں منتقل کر لیتا ہے۔ اور یوں بیج اُگتا اُگتا ہے اور پھر بڑھتا اور پھیلتا ہے اور پھول اور پھل کی شکل میں نمودار ہوجاتا ہے۔ اگر بیج کی اپنی زندگی کے اندر یہ نئے عناصر داخل نہ ہوں اور اپنے آپ کو اُس کے مشابہ نہ بنالیں تو بیج بیج کے سوا اور کچھ نہیں بن سکتا۔

سائنس دان یہ بھی کہتے ہیں کہ اسی قسم کا استحالہ یا قلب ماہیت جو ادنیٰ درجہ کے جانوروں مثلاً مچھلی میں ہوتا ہے۔ وہ دیگر اعلیٰ قسم کے جانوروں میں بھی ہوا کرتا ہے کسی اصل ذی عضو میں تبدیلی اسی وقت ہوا کرتی ہے۔ جبکہ نئے عناصر اور قوانین اس کے اندر داخل ہوجاتی ہیں۔ اور جونہی کہ وہ اس کے اندر داخل ہوجاتے ہیں فوراً اس کے نئے ماحولات کے مطابق اس کی اصل ترکیب اور ہیئت میں انقلاب شروع ہوجاتا ہے۔ مثلاً بحری جانوروں میں خشکی کی کوئی خواہش یا رغبت نہیں ہوا کرتی تس پر بھی بعض اوقات وہ دریا یا سمندر کے کنارے سے بہت تھوڑے پانیوں میں رہنے لگ پڑتے ہیں۔ جہاں دریا یا سمندر کی لہروں یا رَوؤں کا اُچھال نہیں پڑتا۔ ایسے موقعہ پر یا تو وہ اُن سامانوں کی وجہ سے جن میں وہ ہوتے ہیں الیٹی مچھلیں بنجاتے ہیں۔ یا مٹتے ہیں۔ اگر پانیوں میں خوراک کمیاب اور پاس کی خشکی میں بکثرت ہوتی ہو۔ تو یہ الیٹی مچھلی خشکی میں جا بستے ہیں اور رفتہ رفتہ زمین زندگی بسر کرنے کے قابل رینگنے والے جانور بنجاتے ہیں بعض ان الیٹی مچھلیوں سے اپنی خوراک کی تحصیل یا دشمنوں سے بچنے کیلئے پانی میں یا خشکی پر سے اُڑنے کے عادی ہوجاتے ہیں اور اُڑنے میں مشق کرتے کرتے پرندے بنجاتے ہیں۔ اسی طرح بعض ان میں سے ترقی کرتے کرتے چارپائے بنجاتے ہیں۔ چارپایوں میں سے بعض اقسام کے جانوروں نے اپنی طبعی ضرورت اور گرد و نواح کے حالات کے زیر اثر کبھی دو ٹانگوں پر اور کبھی چار ٹانگوں پر چلنا اختیار کر لیا جن میں سے کسی وقت عمل ارتقاء کے ذریعہ ترقی کرتے کرتے آدمی بنگئے اور اپنے چاروں طرف کے حالات سے متاثر ہوتے ہوئے اور اپنی بناوٹ میں تبدیلی کرتے کرتے انسان کے موجودہ حالت کو پہنچے۔

یہ سائنسی بیان اگرچہ بادی النظر میں بڑا صاف اور تسلی بخش اور فیصلہ کن معلوم دیتا ہے۔ تو بھی اصل بحث جوں کا توں باقی ہے۔ مگر یاد رکھنا چاہیئے کہ اس قسم کی تشریح صرف اسی وقت کارآمد ثابت ہوتی ہے جبکہ بحث غیر ذی عضو مادہ سے ہو مثلاً حجری بلور کی ترکیب سے۔ لیکن جب ہم ذی عضو اشیا پر اس کا اطلاق کرتے ہیں تو وہ تشریح اور توضیح بالکل بے سود اور غیر موزوں ثابت ہوتی ہے۔ بے جان مادہ مثلاً بلور یا کسی سیال مادہ میں ذرات کا محض اجتماع پایا جاتا ہے۔ جو ایک دوسرے سے الگ اور خارجی ہوتے ہیں۔ جنکو کوئی بیرونی طاقت اپنی دستکاری سے جوڑ دیتی اور باہم پیوست کر دیتی ہے۔ کاریگر کسی غیر ذی عضو مادہ کے باہم پیوست یا حل شدہ ذرات کو علیحدہ علیحدہ کر کے پھر اپنی مرضی کے مطابق بیشتر ہی کی طرح جوڑ اور پیوست کر کے ویسی ہی شئے بنا سکتا ہے جیسی کہ وہ تھی۔ بے جان مادہ کے ذروں میں جو اتحاد یا اتصال ہوتا ہے وہ خالص مصنوعی اور خارجی اتصال ہے۔ جو اس کے اجزائے ترکیبی کو یکجا کر دینے سے پیدا ہوتا ہے۔ جو کیمیا ساز یا کیمسٹ اس فن میں ماہر ہوتا ہے وہ اپنی مرضی سے بے جان مادہ کے اجزا کو الگ الگ بھی کر سکتا ہے۔ اور پھر ان کو متحد اور متصل کر کے بجنسہ وہ مادہ بھی بنا دے سکتا ہے ایسے مجموں کی بابت یہ کہنا بالکل درست ہے

کہ وہ نئے عناصر کی ترکیب سے پیدا ہوتے ہیں جنہیں وہ اپنے گرد و نواح سے قبول کر کے اپنے میں متحد کر لیتے ہیں۔ پس تمام غیر ذی عضو مادہ کی بابت تو کہا جا سکتا ہے کہ وہ ایک مصنوعی اتحاد اور اتصال سے بنے ہیں۔ یا دوسرے الفاظ میں یوں کہہ سکتے ہیں کہ وہ ذرات کا محض اجتماع ہے جسکو کسی خارجی طاقت نے اکٹھا کر دیا ہے۔ اور کہ بیجان مادہ طبعی سبب اور اثر کے عام کیمیاوی قانون کے تحت میں ہوتا ہے۔ مگر ذی عضو اشیا کے بارے میں یہ قاعدے درست ثابت نہیں ہو سکتے۔

جب ہم بے جان مادہ کی طرف سے منہ پھیر کر نباتات اور حیوانات کیطرف غور کرتے اور بے جان مادہ کے اور نباتات اور حیوانات کے طرز عمل کے درمیان مقابلہ کرتے ہیں تو اُس کے درمیان بڑا فرق معلوم ہوتا ہے۔ بے جان مادہ کے بیان میں ہم بتا چکے ہیں کہ نتائج کی یکسانیت اُس کا ایک خاصہ ہے۔ مگر اب اس امر کو ملحوظ خاطر رکھنا چاہیے۔ کہ ذی عضو عالم میں بے شمار بوقلمونی اور بے حد گوناگونی کا عام قانون اور عمل تقدیر مبرم کی طرح لاحق پایا جاتا ہے۔ جو تغیر ماحولات کے اندر ہوتے رہتے ہیں وہ اُن کو محسوس کرتے اور اُن سے متاثر ہوتے ہیں۔ اور ان کو اپنے موزوں حالت بنا لینے میں عجیب و غریب مہارت رکھتے ہیں جونہی کہ نباتات اور حیوانات کے ماحولات میں کوئی تبدیل واقعہ ہوتی ہے اسی وقت وہ اپنے آپ کو اُن کے موزوں اور مناسب بنانا شروع کر دیتے ہیں۔ اور اُن کے جسم کے اندر ایسے رگ و ریشے اور دیگر اجزائے ضروریہ بننے لگ پڑتے ہیں جو اپنے ماقبل سے بالکل متفرق اور مختلف ہوتے ہیں۔ مثلاً اگر کوئی پودہ جو پانی کی تہ میں رہتا اور بعد کو سطح آب سے اوپر نکل آتا ہے تو اُس کی تمام ترکیب اور طبیعت میں ایک دم تبدیلی پیدا ہو جاتی ہے۔ یہی حالت حیوانات میں بھی ہویدا ہو جاتی ہے۔ مثلاً منطقہ معتدلہ کی بھیڑوں کی پشم منطقہ حارہ کی بھیڑوں کی پشم کی بہ نسبت زیادہ نرم اور ریشم جیسی ہو جاتی ہے۔ اور پانی میں تیرنے والے جانوروں کے جھلی دار پاؤں جو پانی میں تیرنے کے لئے اُن کے حسب حال ہوتے ہیں وہ اُن کے خشکی پر رہتے رہتے بالکل بدل جاتے اور خشکی پر چلنے کے لائق بنجاتے ہیں۔ اپنے ارد گرد کے حالات کے مطابق اپنے آپ کو اس طرح تبدیل کر لینے کی طاقت نہ تو بے جان مادہ میں اور نہ ہی آدمی کی بنائی ہوئی کسی چیز میں پائی جاتی ہے۔ اور اگرچہ نتائج کی یکسانیت ذی عضو عالم اور غیر ذی عضو عالم ہر دو میں بھی پائی جاتی ہے۔ مثلاً موسم بہار آتے ہی درختوں میں کونپلیں پھوٹنے اور پتے لگنے شروع ہو جاتے ہیں۔ مگر جبکہ ان کی ضرورت کے مطابق حرارت اُن کو ملتی ہے۔ اور یہ اس قسم کی یکسانیت عضوی زندگی میں عمومیت کے ساتھ پائی جاتی ہے۔ مگر جس چیز کی تخصیص عضوی زندگی کو ہوتی ہے۔ وہ اُس کی وہ طاقت ہے جو اُس کو اپنے گرد و نواح کے حالات کے مطالبات کے موزوں اور موافق بنا دیتی ہے۔

اپنا دروازہ بند کرو } دعا مانگنے کے طریقے کی بابت خداوند مسیح نے فرمایا ہے کہ جب تو دعا مانگے تو اپنی کوٹھڑی میں جا اور دروازہ بند کر کے اپنے باپ سے جو پوشیدگی میں ہے دعا مانگ۔ اِس کے دو معنی ہیں۔ ایک تو یہ کہ واقعی اپنی کوٹھڑی کا دروازہ بند کر کے یعنی بالکل تنہائی میں بیٹھکر آدمی دعا مانگے۔ دوسرے معنی یہ ہے کہ مسیحی دعا مانگتے وقت اپنے خیالات کو دنیا کی چیزوں سے ایسا علیحدہ کرے کہ گویا اُس کی طرف سے اُس کا بالکل قطع تعلق ہوگیا ہے۔ اور خدا کیطرف اپنے خیالات کو ایسا متوجہ کرے کہ خدا میں جذب ہو جائے دنیا تو اُس کو دکھائی نہ دے۔ مگر خدا اُسے دکھائی دے اور اسی سے گفتگو ہو جیسے دعا کے وقت یہ جسمانی آنکھیں بند کیجاتی ہیں تاکہ اُن کے ذریعہ سے دنیاوی اشیا کا تعلق ہٹ جائے اور دھیان اُن کی طرف سے ہٹ کر خدا اور اُس کی چیزوں کیطرف لگ جائے اُسی طرح کان بھی بند ہو جانے چاہئیں تاکہ بیرونی آواز بھی سنائی نہ دے۔ اور اسی طرح باطنی حواس بھی بند ہوں تاکہ بیرونیات کے تصورات روح میں منقوش نہ ہوں۔ جب اس طرح ہمارے ظاہری اور باطنی حواس کا دروازہ دنیا کی چیزوں کیطرف سے بند ہوگا تو دل کا دوسرا دروازہ خدا کیطرف کھل جائیگا۔ کیونکہ ممکن نہیں انسان کے خیالات کا دروازہ دنیا کیطرف سے اور خدا کی جانب سے بھی بند ہو جائے۔ ایک طرف تو ضرور کھلیگا۔ خواہ دنیا کی طرف۔ خواہ خدا کی طرف۔ اور یہ بھی ممکن نہیں کہ دونوں طرف کا دروازہ کھلا رہے۔ اسی سے خداوند مسیح نے فرمایا ہے کہ تم خدا اور دولت دونوں کی خدمت نہیں کر سکتے۔

ایک مثال } کہتے ہیں کہ ایک شخص ٹیلیفون کے کمرہ میں کھڑا ہوا اس بات کی کوشش کر رہا تھا کہ کسی شخص سے بات چیت کرے۔ مگر وہ ایسا نہ کر سکتا تھا۔ اور بار بار کہتا تھا کہ کچھ سنائی نہیں دیتا۔ کچھ سنائی نہیں دیتا۔ دوسری جانب سے آدمی بار بار اور زور سے کہتا تھا کہ اگر تم دروازہ بند کر لو تو تم سن سکتے ہو۔ وجہ اس کی یہ تھی کہ اس نے دروازہ بند نہ کیا تھا۔ اسی لئے وہ نہ صرف دوسری جانب کے آدمی کی آواز بخوبی سن سکتا



تھا۔ نابکہ گلی اور بازار کا شخص بھی اُسے سنائی نہ دیتا تھا۔ اسی طرح جو لوگ دعا کے وقت اپنا دروازہ بند نہیں کرتے اور خدا اور دنیا دونوں کو دیکھنا اور دونوں کی سننا چاہتے ہیں اُن کی باطنی آنکھیں اور کان ایسے خراب ہو جاتے ہیں کہ انسان کی چیزوں اور خدا کی چیزوں کے تصورات ان کے تخیل میں بالکل خلط ملط ہو جاتے ہیں۔ اور آدمی ان کے درمیان امتیاز نہ کرنے کے باعث کسی کو بھی دیکھ نہیں سکتا اور نہ تو خدا اور انسان ہر دو کی آواز سن سکتا ہے اور نہ ہی وہ خدا کی آواز سن سکتا ہے اور نہ ہی اُنکا دیدار کر سکتا ہے۔ اسی طرح وہ خدا سے دور اور خدا اس سے دور رہتا ہے۔ پس اگر ہم دنیا کی طرف سے دروازہ نہ بند کریں تو خدا کی طرف سے دروازہ نہ کھلیگا۔ لہذا ہر وقت عموماً اور دعا کے وقت خصوصاً اپنے خیال کا دروازہ دنیا کی طرف سے بند اور خدا کی طرف سے کھلا رکھنا چاہیئے۔ تا خدا کی آواز ہر وقت سنائی دیتی اور اُس کا چہرہ ہر وقت دکھائی دیتا ہے۔

خادمان دین منادی کیلئے کتنا روپیہ دیتے ہیں

اس بارہ میں ایک امریکن اخبار خبر دیتا ہے:

ایک ایپسکوپلین بشپ کہتا ہے کہ جب میں بالٹیمور کے ایک گرجے کا ریکٹر تھا تو میں ایک بڑھیا عورت کو جو کو نگیروں کا سا لباس پہنے ہوئے ہوتی تھی اکثر گرجے میں عبادت کے وقت دیکھا کرتا تھا۔ گرجے کے وارڈنوں میں سے ایک نے مجھے کہا۔ کہ فلاں مسز تو تمہاری بڑی دوست ہے۔ میں نے جواب دیا کہ میں یہ سنکر بہت خوش ہوں۔ وارڈن نے کہا۔ ہاں وہ مجھے کہا کرتی ہے کہ میں تمہارے پاسٹر کی منادی سننا بہت پسند کرتی ہوں۔ مگر میں اور زیادہ پسند کرتی اگر وہ منادی کرنے کے معاوضہ میں روپیہ نہ لیتا۔ وارڈن نے اُس عورت سے کہا لیکن وہ تو ہمیں وعظ سنانے کا حق حاصل کرنے کے لئے ۴۰ ہزار ڈالر سالانہ ادا کرتا ہے۔ بڑھی عورت نے پوچھا کیا یہ ٹھیک ہے؟ اور کس طرح وہ رقم ادا کرتا ہے؟ وارڈن نے جواب دیا۔ ہم دونوں نے ایک ہی وقت میں تعلیم پائی تھی۔ اور گریجوایٹ ہوئے ہیں۔ ہم دونوں کی عمریں بھی قریباً برابر ہیں۔ اور میں اپنے پیشہ سے ۴۳ ہزار ڈالر سالانہ کماتا ہوں۔ مگر وہ صرف ۳ ہزار ڈالر کماتا ہے۔ کو نگیر عورت نے کہا اب میں کہتی ہوں کہ آج سے میں بہت زیادہ خوشی کے ساتھ وعظ سنا کرونگی۔

کیا یہی خیال بشپ اور وارڈن کی ہندوستانی تعلیمیافتہ مسیحی منادوں اور واعظوں پر صادق نہیں آتی؟ کیا وہ بھی منادی کا کام اختیار کر کے بڑی بھاری قربانی نہیں کرتے؟ بے شک وہ بڑی بھاری قربانی کرتے ہیں۔ وہ اپنے دنیاوی آرام و مفاد کو بالائے طاق رکھکر منادی کا کام کر کے بہت سی مشکلات اور تکالیف کی برداشت کرتے ہیں۔

انسان مجلس پسند ہستی ہے

انسان کا خاصہ ہے کہ وہ دوسروں کے ساتھ ملکر رہنا پسند کرتا ہے۔ اکیلا رہنے کو اُس کا جی نہیں چاہتا۔ اگر ہم اعلیٰ زندگی بسر کرنا چاہیں تو ہمیں دوسروں کے ساتھ رہنا اور اُن سے بھلائی کرنا اور بھلائی حاصل کرنا چاہیئے۔ دوسروں سے الگ رہنا خود غرضی ہے۔ جب خدا نے آدم کو پیدا کیا تھا تو وہ اکیلا تھا۔ اُس کی مانند اُس کا کوئی ساتھی نہ تھا جس سے وہ موانست اور مجالست کرتا۔ دیگر حیوانات چونکہ اُس کے ہمجنس نہ تھے۔ اس لئے اُسکو تنہائی اور بیکسی معلوم ہوئی اور خدا نے بھی فرمایا کہ اچھا نہیں کہ آدم اکیلا رہے۔ میں اُس کے لئے ایک ساتھی بناؤنگا اور اس طرح پہلے خاندان کی بنیاد پڑی۔ خاندان سب سے پہلا ذریعہ تعلقات کا ہے جس میں افراد ملکر رہتے ہیں۔ اور میاں بی بی۔ والدین اور بچوں۔ بھائیوں اور بہنوں کے فرائض ادا کئے جاتے ہیں۔

خدا کی عبادت اور خدمت میں انسان اُس دوسرے مجلسی تعلق میں قائم ہوتا ہے جو خدا نے بنی نوع کے درمیان پیدا کیا ہے۔ اور وہ کلیسیا ہے جو ہماری بہبودی اور ترقی کے لئے تقدیر مبرم کا حکم رکھتی ہے۔ کلیسیا میں ہم ایک جانب خدا کے ساتھ اور دوسری جانب انسان کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں اور جانبینی فرائض کے رشتہ سے بندھے ہوتے ہیں۔ مذہب ایک مجلسی معاملہ ہے اور بڑا خاندان جس میں خدا ہمارا باپ ہے نہ کہ میرا باپ۔ ہم میں سے ہر ایک کو کلیسیا کے ممبر یا عضو بنے رہنا چاہیئے۔ اس خاندان کو قائم رکھنے اور چلانے کے لئے بائبل میں اصول اور قاعدے بتائے گئے ہیں۔ ہمارا فرض ہے۔ کہ ایک دوسرے کے ساتھ ملکر کام کریں۔ ایک دوسرے کے ساتھ دعا کریں۔ اور ایک دوسرے کے ساتھ ملکر روحوں کی نجات اور خدا کے جلال کی جستجو اور سعی میں لگے رہیں۔

خدا کا تیسرا مقرر کردہ تعلق جس میں ہم ایک دوسرے سے مل کر رہتے ہیں وہ قومیت ہے۔ ہمارا فرض ہے کہ ہم اپنی قوم کے ساتھ وفاداری اور حب الوطنی سے اپنی قوم میں قائم رہیں اور قومی فرائض کو ادا کرتے ہوئے اُس کی بہبودی اور ترقی کے جویاں اور اس میں کوشاں رہیں۔

ان تینوں تعلقات کی روح رواں

اب یہ دیکھنا ہے کہ وہ کونسی طاقت ہے جو ان تینوں قسم کے باہمی تعلقات کو ان کے اپنے اپنے حلقوں میں ان تینوں حلقوں کو باہم قائم رکھتی اور باقاعدہ احسن طور پر چلاتی رہتی ہے۔ اور جس کے بغیر ان کا شیرازہ بکھر کر منتشر ہو جاتا ہے یا دوسرے الفاظ میں ان کی روح رواں کیا ہے۔ آیا اُن کی وہ روح رواں کوئی ان کی ذاتی قوت ہے۔ یا خارج سے ان کے درمیان حائل ہوتی اور ان کو ایک دوسرے کے ساتھ متصل کرتی اور چلاتی رہتی ہے۔ مشاہدہ اور تجربہ اس امر کے موید اور شاہد ہیں کہ وہ طاقت بالضرور خارجی ہے۔ کیونکہ جب وہ طاقت ان کے درمیان نہیں رہتی تو دیکھا جاتا ہے کہ عموماً ان کے درمیان خلل اور فساد پڑ جاتا ہے اور جب وہ طاقت پھر ان میں در آجاتی ہے تو وہ پہلے ہی کی طرح اپنا عمل باقاعدہ شروع کر دیتے ہیں۔ بائبل ہمیں ان سوالوں کا یہ جواب دیتی ہے کہ وہ طاقت محبت ہے اور کہ وہ محبت خدا ہے۔ خاندان۔ کلیسیا۔ قوم اور سلطنت میں ہماری زندگی کو باقاعدہ اور مفید طور پر چلانے والی ایک ہی اور ہمیشہ یکساں ہے۔ جو الٰہی صفت ہے۔ اور وہی خدا ہے۔ جیسا غیر ذی عضو عالم میں اُس کے مادی ذرات کے اندر یا اُس کے پرے ایک خارجی طاقت انکو باہدیگر متحد کرنے والی موجود ہے۔ ویسی ہی ذی عضو عالم میں بھی وہی طاقت موجود ہے ذی عضو عالم کے بھی دو حصے ہیں۔ ایک ذی عضو۔ مگر غیر ذی عقل جس میں حیوان مطلق شامل ہیں۔ دوسرا حصہ ذی عضو اور ذی عقل جس میں حیوان ناطق مشتمل ہیں۔ اُسی طاقت کا ظہور پہلی قسم میں اُن کے حالات ماحولہ کے مطابق اور ذہن کی ترکیب اور بناوٹ کے لحاظ سے خاص قسم کا ہے خفیف اور مدھم ہے۔ مگر دوسری قسم میں اُس طاقت کا ظہور حقیقی اور اعلیٰ اور اتم ہے۔ خاندان اور کلیسیا اور قوم اور سلطنت اُسی دوسری قسم کے ماتحت ہیں۔ اور وہی طاقت ان کو سنبھالے ہوئے اور چلاتی ہے۔ وہ طاقت چونکہ خارج سے ہے اس لئے ان میں حاضر بھی ہو سکتی ہے اور غائب بھی۔ یعنی محبت یا الٰہی طاقت اور وہ روح القدس کی طاقت عامہ و خاصہ ہے۔ اُسی کے ذریعے ایک دوسرے پر ہم مہربان ہو اور سر تسلیم خم کر سکتے ہیں۔ اُسی سے ہم اپنے ابنائے جنس سے پیار اور محبت کر سکتے ہیں۔ اُسی کے طفیل سے ہماری خود غرضیاں زائل ہو جاتی اور ہم ایک دوسرے پر فدا اور جاں نثار ہو جاتے ہیں۔ اُسی کی بدولت ہم سچے اور نیک اور وفادار بن سکتے ہیں۔ جب تک ہم خدا کے ساتھ زندگی بسر کرنا نہیں سیکھتے۔ اور نہیں جانتے۔ تب تک ہم دنیا میں کسی کے ساتھ بھی درست اور مفید اور معقول زندگی بسر نہیں کر سکتے۔ یہی تمام نیک زندگی بسر کرنے کا بھید اور اصول ہے۔ یہاں ہی سے ہم اعلیٰ اور مقدس زندگی بسر کرنے کا فن اور ہنر سیکھ سکتے ہیں۔ جو سچی زندگی کے سچے اور خوبصورت اور مقدس طریقے ہیں۔

جرمنی کی بھاری توپ کا دھماکا امریکہ میں

کنیسیویں کالج واقعہ امریکہ کے محکمہ تحقیقات زلزلات کے انچارج پروفیسر جان اے کرتین صاحب کہتے ہیں کہ جرمن کی ۸۰ میل مار کرنیوالی توپ کے دھماکے جس سے پیرس پر گولہ باری کیجا رہی تھی امریکہ میں بھی محسوس ہوئے تھے۔ اُس کا بیان ہے کہ ان دھماکوں سے زلزلہ کے جھٹکوں کا پتہ دینیوالی سوئی سے اُس سیاہ کاغذ پر چھوٹے چھوٹے نقطے پڑ گئے تھے جو بھونچال کے دھکوں کا پتہ لگانے کے لئے ایک بیلن پر لگا ہوا ہوتا ہے۔

دیئے کی روشنی محشر تک ہے

کسی شاعر نے سچ کہا ہے:۔

چراغوں کی فقط ہے سحر تک۔ دیئے کی روشنی محشر تک ہے

چنانچہ بیان کیا جاتا ہے کہ ایک دولتمند عورت نے خواب دیکھا کہ وہ بہشت میں پہنچ گئی ہے اور دیکھتی ہے کہ ایک محل تعمیر ہو رہا ہے۔ عورت نے اپنے رہنما سے پوچھا یہ محل کس کیلئے بن رہا ہے؟ رہنما نے جواب دیا ”تمہارے مال کیلئے“۔ عورت نے کہا لیکن وہ تو زمین پر ایک چھوٹی سی جھونپڑی میں رہتا ہے اور ایک ہی کوٹھڑی اسکے کنبے کیلئے کافی ہے اور اگر اسکو ایسا بڑا محل نہ دیا جائے تو وہ اچھی طرح گذر کر سکتا ہو۔ اس کے بعد اس عورت نے ایک چھوٹی سی جھونپڑی بنتی ہوئی دیکھی اور اپنے رہنما سے اس نے پوچھا کہ یہ کس کیواسطے ہے؟ اُس نے کہا یہ تمہارے واسطے ہے عورت نے جواب دیا لیکن میں تو زمین پر ایک بڑے محل میں رہتی ہوں مجھے تو معلوم نہیں ہوگا کہ کس طرح اس میں رہوں۔ رہنما نے جو جواب دیا وہ بڑا پر معنی تھا اور وہ یہ تھا کہ جو کچھ سامان آسمان میں بھیجا جاتا ہے اسکو وہاں کا مالک انجینیر نہایت عمدگی کے ساتھ استعمال کرتا ہے۔ عورت یہ سارا ماجرا خواب میں دیکھکر بیدار ہوئی تو آسمان پر خزانہ جمع کر لینا مصمم ارادہ کر لیا۔ ٹھیک ہے ہم جو کچھ دیتے ہیں۔ اور خدا کے نام پر غریبوں کو یا اُس کی خدمت کے لئے دیتے ہیں خواہ وہ روپیہ پیسہ ہو خواہ کسی قسم کی امداد یا کام ہو وہ سب آسمان میں جمع ہوا کرتا ہے۔

لودھیانہ میں اس ہفتہ نہایت عمدہ طور پر بارش ہوئی۔ خدا کی تعریف ہو۔

ایمان کا بڑھنا

دیگر فضائل اخلاقیہ و روحانیہ کی طرح ایمان بھی جو فضائل روحانیہ میں سے ایک ہے۔ بڑھتا اور ترقی پاتا ہے۔ اور جب ایمان بڑھتا ہے تو ہماری روحانی زندگی کی تمام باتیں بھی اپنے اپنے تناسب میں بڑھتی ہیں۔ امید۔ محبت۔ قدرت۔ دعا۔ دلی اطمینان اور خوشی کی ترقی کا باعث ہوتا ہے۔ مگر سوال لازم آتا ہے کہ ہمارا ایمان کس طرح بڑھ سکتا ہے؟ اس سوال کا ایک ہی اور حقیقی جواب بھی ہو سکتا ہے۔ کہ چونکہ ایمان روح پاک کے ذریعہ سے مسیح کی زندگی کے ہمارے اندر بسنے سے پیدا ہوتا ہے۔ اس لئے سب سے عمدہ ذریعہ ہمارے ایمان کے بڑھنے کا یہ ہے کہ ہم روح سے ہمیشہ معمور رہیں اور مسیح خداوند ہمیشہ ہمارے دلوں میں بسا رہے۔ اور ہماری زندگی اور ہمارا ایمان ہر وقت اور ہر لحظہ اُس سے ہمیں ملتے رہیں پھر ایمان بڑھتا ہے علم کے ذریعہ جس قدر زیادہ صفائی سے خدا کے بے نہایت اور قیمتی وعدوں کو ہم دیکھتے جاتے ہیں اسی قدر ہمارا ایمان بھی زیادہ ہوتا جاتا ہے۔ ہمارا یقین ان پر زیادہ مضبوط ہوتا جاتا اور ہم زیادہ آزادی سے اُس سے روحانی نعمتیں اور بخششیں مانگتے رہتے ہیں۔ تیسرا ذریعہ یہ ہے کہ جو نعمتیں ہم نے اُس سے پائی ہیں اُن کو خوب استعمال کریں۔ کیونکہ ہر ایک ملکے استعمال سے بڑھتی اور غیر استعمال سے گھٹتی ہے ایمان آزمائشوں سے بڑھتا ہے۔ مصائب اور آلام کے طوفانوں میں یہ بڑھتا ہے اور روحانی جنگ وجدل میں یہ غالب اور فتحمند ہوتا ہے۔ اور سب سے بڑھ کر محبت کے ذریعہ بڑھتا ہے۔ کیونکہ اُس کا چشمہ وہ اندرونی عمیق اور پرمحبت اتحاد ہے جو مسیح کے۔ دل کیساتھ مسیحی کے دل کو ہوتا ہے مسیحی اور مسیح کے درمیان محبت کا ایک چشمہ جاری ہو جاتا ہے اور جو کچھ مسیح کا ہے اُس کو ہم لے لیتے ہیں۔ یہ جانکر کہ وہ ہمیں پیار کرتا ہے اور ہم اُس کے پیار میں ہو کر اُس سے اور اوروں سے پیار کرتے ہیں۔

ایمان لانا کیا ہے؟

مسیح پر ایمان لانے کے صرف یہ معنی نہیں ہے کہ مسیح کی بابت اُس سچائی جو ہم نے اپنے فہم و عقل میں پائی ہے اُس کی طرف صرف ہمارا ذہن منتقل ہو جائے۔ بلکہ وہ ہمارے دل اور زندگی کا مسیح کی نسبت بدل جانا ہے اور اس دل اور زندگی کی تبدیلی کی وجہ سے ہم اس کو اپنا نجات دہندہ و خداوند اور مالک جان کر اُس سے محبت کریں اور اُس پر بھروسہ رکھیں پہلی قسم کا ایمان منطقانہ ہوگا جس سے ہم مسیح کی بابت سچائیوں کو عقلی طور پر مان لیتے اور سچ جانتے ہیں لیکن اُس میں زندگی نہیں ہوتی۔ دوسری قسم کا ایمان وہ زندگی بخش ایمان ہے جس سے مسیح کیساتھ باطنی اتحاد اور یگانگت پیدا ہو جاتی ہے۔ پہلی قسم کے ایمان سے عقل پر اثر ہوتا ہے۔ مگر دوسرے قسم کے ایمان سے دل اور چلن بدل جاتا ہے۔ پہلی قسم کا ایمان ٹھہرے ہوئے پانی کے حوض کی مثل ہے۔ لیکن دوسری قسم کا ایمان جیتے پانی کی ندیوں کی مثل ہے۔ جو مسیحی کے اندر سے جاری ہوتی۔ اور اپنے پڑوسیوں کے دلوں کی کھیتیوں کو سرسبز اور خرم بنا دیتی ہیں۔ اس ایمان سے ہم مسیح کو پہچان لیتے اور قبول کر لیتے ہیں کہ وہ ہمارے لئے موا اور اب زندہ ہے۔ اور ہمیں بھی گناہ اور معصیت کی موت سے زندہ کر کے ہمیشہ کی زندگی میں پہونچا کر خوش و خرم کرتا ہے۔

مسیحی ایمان بچوں کا سا ایمان ہے

بچہ بلاشک اپنے والدین پر پورا پورا بھروسہ رکھتا ہے۔ اور والدین ہر طرح سے اُس کی پرورش اور غمخواری کرتے رہتے ہیں۔ کیا ہم بچوں کے دل کے اندرونی کام اور حالت کی تحقیقات کر کے بتا سکتے ہیں کہ وہ کیسی ہے؟ کیا ہم معلوم کر سکتے ہیں کہ بچہ اپنے جی میں کہتا ہوگا کہ والدین پر اس لئے بھروسہ اور اعتبار رکھنا چاہئے۔ کہ وہ اس سے بڑے اور دانا ہیں۔ یا اس لئے کہ اُن کی طبیعت اچھی اور چالچلن اچھا ہے یا اس لئے کہ اگر وہ اُن کی غور و پرداخت اور خدمات کو قبول کریگا تو محفوظ اور خوش رہیگا؟ منطقانہ طور پر تو یہ باتیں درست ہیں۔ لیکن حقیقت میں ایسا بالکل نہیں ہوتا۔ بچہ منطق نہیں جانتا۔ اس لئے وہ عقلی اور منطقانہ طور پر والدین سے پیار اور اُن پر اعتماد نہیں کرتا۔ مگر بچہ کا علم اور طرز عمل صرف محبت اور اُس تعلق کی وجہ سے ہے جو وہ والدین کے ساتھ رکھتا ہے۔ بچوں اور والدین کا باہم گرویدہ ہونا محض اُس باطنی تعلق اور محبت کی وجہ سے ہوتا ہے۔ جو اُن کے درمیان قائم اور جاری ہوتے ہیں۔ خداوند مسیح بھی چاہتا ہے کہ ہم بچوں کی مانند بنیں۔ وہ چاہتا ہے کہ ہم اُس کو اسی سادگی سے پیار اور قبول کریں جس سے کہ بچہ اپنے والدین کو پیار کرتا ہے۔

ایک خدمت میں مایوس خادم کا خواب

امریکہ کے انگریزی اخباروں میں کچھ عرصہ ہوا ایک شخص کا قصہ مشتہر ہو رہا ہے جو اپنے کام میں ناکام ہو جانے کے سبب سے مایوس اور پست حوصلہ ہو کر چاہتا تھا کہ فوت ہو جائے۔ اس کی بابت ایک شخص یوں لکھتا ہے کہ میں نے ایک مرتبہ ایک آدمی کی بابت سنا جس نے خواب دیکھا تھا کہ وہ خواب میں آسمان پر پہونچ گیا۔ اور وہ اس خیال سے بہت ہی خوش ہو گیا کہ وہ آسمان میں پہونچ گیا ہے۔ مگر دفعتہً ایک آدمی آیا۔ اور اُس سے ہمکلام ہوا "آ۔ میں تجھے کچھ دکھاؤں"۔ وہ اُس کو فصیل پر لے گیا۔ اور اُس سے کہا۔ وہاں نیچے نظر کرو۔ اور دیکھو کیا ہے۔ اُس نے کہا میں ایک بڑی تاریک ملک دیکھ رہا ہوں۔ پھر پوچھا ذرا غور سے دیکھو کیا تم اُسے پہچانتے ہو؟ اُس شخص نے جواب دیا۔ ہاں۔ یہ وہی دنیا تو ہے جہاں سے میں آیا



ہوں۔ پھر پوچھا اور کیا دیکھتے ہو؟ اُس نے کہا آدمیوں کی آنکھوں پر پٹیاں بندھی ہوئی ہیں اور اُن میں بہت سے ایسے ہیں جو سر کے بل نیچے گرتے چلے جا رہے ہیں۔ اُس شخص نے اُس آدمی سے پوچھا۔ کیا تم یہاں ہی رہنا اور خوشیاں منانا چاہتے ہو۔ یا زمین پر واپس جاکر اور زیادہ دیر تک رہ کر اس دنیا کے بارے میں جاننا پسند کرتے ہو؟ وہ ایک مسیحی کارندہ تھا جو اپنے کام سے مایوس اور افسردہ خاطر ہوگیا تھا۔ وہ نیند سے بیدار ہوا اور بیان کیا کہ میں نے اُس وقت سے پھر کبھی مرنے کی خواہش نہیں کی۔ اُس نے اس خواب سے وہ سبق پایا جو ہم میں سے سب کو اپنی زندگی میں کبھی نہ کسی وقت سیکھنا مفید ہو سکتا ہے۔ ہم میں بہتوں کو اُسی ہی مطمح نظر پر ایک نظر غائر ڈالنے کی ضرورت ہے جس سے اُس شخص نے مسیح پاس بہتوں کو لانے کی سچائی اور اصل فرض کا علم حاصل کیا تھا۔

۱۹۱۸-۱۹ء میں پنجاب سے بھرتی

پنجاب پبلیسٹی کمیٹی لاہور کا اخبار حق نظر ہے کہ ہم مئی ۱۹۱۸ء کو لاہور میں ایک بڑے جلسے کے وقت لفٹنٹ گورنر صاحب بہادر نے پنجاب سے دو لاکھ آدمی مانگے تھے۔ اور جس کا وعدہ بھی اُس وقت کیا گیا تھا۔ ہندوستان نے اس وقت تک دس لاکھ آدمی دیئے ہیں جنہیں بہت سے پنجابی ہیں۔ اور اب پنجاب نے اور دو لاکھ دینے کا وعدہ کر لیا ہے۔ پنجاب سب سے اول صوبہ ہندوستان میں ہے۔ اس لئے سلطنت کا سب سے زیادہ بوجھ اُسی پر ہے اور ایسا ہی ہونا بھی چاہیئے...... پہلے لاکھ بھرتی ماہ نومبر کے آخر تک ختم ہو جانا چاہیئے۔ اور پنجاب کی جنگجو قوموں نے ابھی سے جواب دینا شروع کر دیا ہے۔ دیگر صوبجات میں سے تو ہزاروں بھرتی ہوئے ہیں۔ مگر پنجاب لاکھوں کی تعداد جانتا ہے۔ پس پہلے لاکھ کا تو ہزاروں کی تعداد سے آغاز ہوگیا ہے۔ اور ایک لاکھ کی بھرتی کی درخواست کا جواب دیا جا رہا ہے۔ ہماری درخواست ایک لاکھ کی ہے۔ اور ہمارا فرض بھی ایک لاکھ کا ہے۔ اور نومبر کے آخر تک ایک لاکھ پورا ہو جائیگا۔

ماہ جون کا اندازہ ۱۳۹۴۰ کا تھا۔ اور رنگروٹوں کی بھرتی ۱۰۵۱۰ تھی۔ پس جون میں صرف ۳۴۳۰ کی کمی رہی۔ اب ہم دیکھیں گے کہ بہادر لوگ کہاں رہتے ہیں۔ اور دیکھیں گے کہ پنجاب اپنی تعداد چھ ماہ کے اندر اندر مکمل کر دیگا۔

خندقی بخار

سول اینڈ ملٹری گزٹ لاہور راوی ہے کہ اس لڑائی میں ایک خاص قسم کی بیماری فوج میں پھیلی ہوئی ہے۔ جس کو خندقی بخار یا پولنڈ کا بخار یا چھ ہے بخار وغیرہ ناموں سے موسوم کیا جاتا ہے۔ اور جو تمام یورپی محاذات میں مروج ہے۔ اکثر خیال کیا گیا ہے۔ کہ یہ بالکل نئی قسم کا مرض ہے۔ مگر غالب ہے کہ یہ "پسینہ لانیوالی بیماری" ہے۔ جو چندرھویں اور سولھویں صدیوں میں یورپ میں وبا کے طور پر پھیلی ہوئی تھی۔ اور جو کچھ برسوں کا عرصہ گزرا ہے کہ شمال مغربی فرانس میں ہلکی صورت میں نمودار ہو چکی ہے۔ یہ مرض سخت قسم کے انفلوئنزا سے مشابہت رکھتی ہے۔ سر درد ہوتا ہے حرارت بڑھ جاتی ہے پسینہ آتا ہے۔ عام اعصاب میں درد ہوتی ہے۔ بدن ٹوٹتا ہے۔ اور ٹانگوں میں سخت قسم کی نیورالجیا کا سا درد ہوتا ہے۔ یہ بیماری ناگہاں طاری ہو جاتی ہے۔ مرض کی دو قسمیں بتائی جاتی ہیں ایک قسم کی بیماری تو صرف چند دنوں تک رہتی ہے۔ اسی سبب سے اہل جرمن اس کو پانچ دن کا بخار کہتے ہیں۔ دوسری قسم کی بیماری ۲ سے ۷ ہفتوں تک رہتی ہے۔ یہ بیماری پہلے تو سرعت کے ساتھ شروع ہوتی ہے۔ مگر دوسرے تیسرے ہفتہ کے بعد اس کا زور جاتا رہتا ہے۔ کوئی مجرب اور کامل علاج تا حال دریافت نہیں ہوا ہے۔ مگر کہتے ہیں کہ اس کا زور لگ جانے دینا چاہیئے۔ یہ مرض پلیگ یا ہیضہ۔ یا ٹائیفائیڈ فیور (محرقہ بخار) کی بہ نسبت بہت ہلکا ہوتا ہے۔ اس مرض کے سبب کے بارے متفرق قیاس مروج ہیں۔ بعض کے خیال میں اس کا موجب چوہے۔ کھیت کی چوہیاں یا مکھیاں یا مچھر ہیں۔ یہ بھی خیال کیا جاتا ہے۔ کہ اس کا سبب وہ کھبی (پنجابی کھمب) یا سانپ کی چھتری ہے جو ریت کے بوروں میں اگتی ہے۔ مگر زیادہ گمان غالب ہے کہ یہ بیماری جم جوؤں سے پیدا ہوتی ہے جولائی ۱۹۱۶ء میں ایک جرمن سائنس دان نے پیتو یا جوئیں اس کا موجب قرار دیا تھا۔ اور اسی ماہ میں دو برٹش سائنس دانوں نے اس کا سبب جم جوؤں کا ہونا بتایا تھا۔ ۱۹۱۷ء کے آخر میں لندن میں سائنس دانوں کی کمیٹی اس مرض اور اس کے علاج کے تحقیقات کے لئے قائم ہوئی۔ دو ماہ کے کم عرصہ میں اس کمیٹی نے تحقیقات کے بعد فیصلہ دیا کہ جم جوئیں ہی اس مرض کا موجب ہیں۔ اور یہ کہہ دیا گیا کہ جوؤں سے اپنے آپ کو بچانا ہی خندقی بخار سے محفوظ رہنے کا بہترین ذریعہ ہے۔ چنانچہ برٹش لشکرگاہ میں سپاہیوں کو پہننے کے لئے کپڑے دینے سے پہلے اور بعد میں کئی کئی متفرق وقتوں ڈس انفکٹ کر دیا جاتا ہے۔ اور سپاہی صاف رہتے ہیں اور اس مرض سے محفوظ رہتے ہیں۔

خوب یاد آیا

نورافشاں کا ہر ایک خریدار دس شریف تعلیمیافتہ مسیحیوں کے نام لکھکر فوراً دفتر نورافشاں میں آج ہی ارسال فرما کر ایڈیٹر کو مشکور فرمادیں۔

ایڈیٹر نامہ نگاروں کی رائے کا ذمہ دار نہیں

بھارتی کو ضرور جگہ ملیگی

بھارتی بھاؤ ناکرت سے بھاوی بنا
مم پرکھت ہے اگر امر سدھو بھرتا

کوٹ کوٹ دھنیہ باد اُس مہان پرمیشور کو ہو جس کی لیلا بچتر اور جس کے کرتبیہ اپرم ہیں۔ جو اپار کار اور بدھ رینیوں سے اپنے مہاپوتر اور سناتن اِکچھا تھا ادتیش کو پورن کرتا رہتا ہے۔ اُسی ایشور کے نیت کئے ہوئے آتمک اور بنیتی (اخلاقی اسمبندھی نیمتوں (قوانین) کے انوسار سب کچھ ہوتے آتے ہیں۔

جیوتی اندھکار کو دور کرتی اور سب کچھ کو پرگٹ کرکے اپنی استھتی کا پرچے دیتی ہے۔ بھلائی دشٹتا پر جیت ہوتی اور اپنے کاریہ دوارا اپنے پوتر گنوں کو پرگٹ کرتی ہے۔ گمبھیر (خمیر) اپنے گن کا پربھاؤ پیسان پر ڈالتی اور اُسے گمبھیر بنالیتی ہے۔ اسی پرکار ایشور اپنے گپت نیموں کے دوارا اس سنسار پر پربھاؤ کرتا۔ اور اپنی پوتر اکچھا کو پورن کرتا جاتا ہے۔ کیا یہ آشچریہ جنک بات نہیں کہ کئی شتابدی سے پربھو کی یہ بچتر منڈلی ارتھات سنیاسی مشن استھاپت ہے۔ تو بھی اس کی استھتی کا پُرن گیان آج تک کسی کو نہ ہوا؟ اور یہی اس گپت منڈلی کے ادھینی لوگ ایک چت ہو کر اپنے سارے کاریہ کرتبیہ کو بار بار سے اور پرگٹ کرکے ہمارے سنگی سرچاری بن جائیں (جیسا کہ مجھے آشا ہے) تو کیا ہم اس کو غیر بات نہ سمجھیں گے؟ اوشیہ!!

مجھے بشواس ہے کہ دھرم تمہارے پریے سوامی نربھیانند دوارا ہم پر ادبھت کاریہ کو پرکاش کر رہا ہے۔ ہاں وہ سمے تتکال ہی آنیوالا ہے کہ جب سارے ہندوستانی کھترنشیاں بھر آنگن ایشور کے اکتھ پریم کا اوپدیش بیچارت رہت پتا اور شیتا کے سنگ کرینگے۔

سنیاسی مشن کے پراچین سوامی لوگ اور ادھیاپک گن نربھیانند جی کداپ کرودھت (غصہ) نہ ہونگے۔ اور نہ ان کو بھسم آرڈر دینگے۔ ایشور سے پرارتھنا ہو کہ وہ نربھیانند جی کو مہاپُروہت (ہائی پریسٹ) بنا کر اور آتم ریت سے ان سے اپنی سیوا کرائے!!

سادھو ور بکھیات کے نہ جلنے اور بیجیہ ناتھ میں جاکر اُس بالک کر گیان کی بات سکھلانے اور ناشر ہی ناتھ کا درشن کرانے کے لئے) اپنے مشن کے نیتم انوسار پوجا پاٹھ کرنے کا بیورا سرب سادھارن میں سنانا آتی نت لابھدائک ہوا۔ یہی لوگ اس پر بگڑ کر سوامی جی کو ڈسمس کردیں تو ہانی ہی کیا ہو گی ہو تو یانہ سے نمسترنا (دعوات) کے امرت بانی کا شبد تو گونج ہی رہا ہے۔ لیجئے بانکی پور سے بھی وہی سور (صدا) آنے لگا۔

ہوکر نربھئے بھارتی پرگٹ کیا دوار
جادھد بھاؤ آئے کے دور کئے اندھکار

نیکھک ایشور میں آپ کا سیوک۔ پی۔ جون
ٹینہ نگری۔ بانکی پور۔

ہوگا جو شہنشاہ کا فرمان کریں گے

ہوگا جو شہنشاہ کا فرمان کرینگے۔
عذر اس میں نہ ہندو نہ مسلمان کرینگے
مل جل کے لڑائی کا وہ سامان کریں گے
جمعیت اعدا کو پریشان کریں گے۔
ہم جان شہنشاہ پہ قربان کریں گے۔
سر دینگے مگر سرکئی میدان کریں گے
کیا کام ہمیں فکر سے تشویش سے غم سے
کم ظل شہنشاہ نہیں ابر کرم سے۔
اس عہد کی آسائش پوچھے کوئی ہم سے
ہر عیش میسر ہے شہنشاہ کے دم سے۔
ہم جان شہنشاہ پہ قربان کرینگے۔
سر دینگے مگر سرکئی میدان کرینگے
آرام کہاں ملتا ہے اس عہد سے بڑھکر
ملجاتی ہے ہر شے ہمیں بیٹھے ہوئے گھر پہ
بجلی بھی ہے پنکھے بھی ہیں پانی بھی میسر
امداد نہ سرکار کی پھر کیجئے کیونکر۔ ؟
ہم جان شہنشاہ پہ قربان کرینگے۔
سر دینگے مگر سرکئی میدان کرینگے۔
تہذیب کا دریا ہے یہاں اس نے بہایا
انسان حقیقت میں ہمیں اس نے بنایا
گر بڑھنے کا اس عرصۂ ہستی میں سکھایا
سچ پوچھئے تو بام فضیلت پہ چڑھایا
ہم جان شہنشاہ پہ قربان کرینگے
سر دینگے مگر سرکئی میدان کرینگے۔
ہر شہر میں ہے بہر سفر ریل بنائی
آرام سے طے منزلیں کرتی ہے خدائی
ہے اس کی حکومت میں جو حجت تقاضائی
وہ ہند میں پہلے نہ کسی عہد نے پائی۔
ہم جان شہنشاہ پہ قربان کریں گے
سر دینگے مگر سرکئی میدان کرینگے
دریاؤں سے ہر ایک طرف نہر نکال
سرسبز کیا ملک رعایا کی بحالی۔
اس فیض کے چشمہ سے نہیں دشت بھی خالی
لاریب وہ ہے ہند کے گلزار کا مالی۔
ہم جان شہنشاہ پہ قربان کریں گے
سر دینگے مگر سرکئی میدان کرینگے۔

الراقم:- ورپام داس شگنہ چندے والی۔

خود زرافشاں کی توسیع اشاعت میں کوشش کیجئے

سوامی نربھیانند بھارتی جی سے ایک اور پرشن

اے گورو ناھری ناتھ کے پیارے سوامی نربھیانند بھارتی جی۔ پالاگن۔

کرپا پور بک اگر آپ دیا کر کے اپنا تھوڑا سا انمول سمئہ ہم غریبوں کے لئے بھی خرچ کرینگے تو آپ کا بڑا احسان ہمارے اوپر ہوگا۔ سوامی جی ایک عرصہ سے آپ کے رنگیلے اور دل کو پھڑکا دینے والے آرٹیکل پیارے نور افشاں کی شوبھا کو بڑھا رہے ہیں سچ تو یوں ہے کہ آپ کا ہر آرٹیکل ایک نیا سماچار سنا کر ہمارے اور شوق بڑھاتا جاتا ہے۔ آپ کے مشن کے کام اور نیم کو سنکر ہمارے دل کی بے چینی کی اگنی اور دل کے ولولے میں ترقی ہی ہوتی جاتی ہے۔ اور آپ ہیں کہ اُس میں جل ڈالنے کی جگہ تھوڑا سبت انیدھن اور بڑھا جاتے ہیں جی چاہتا ہے کہ آپ کے درشن کرے۔ لیکن جتنا زیادہ آپ کو کھوجتے ہیں اُتنا ہی آپ سے دور جا پڑتے ہیں۔ دل میں آتی ہے کہ آپ کے مشن کے پرچارکوں اور منسٹروں کے پوتر پاؤں پر اپنی آنکھیں ملیں لیکن آپ کے پاؤں تلے کی مٹی بھی نہیں ملتی جو اُسی کو سر ماتھے لگائیں۔ اب آپ ہی بتایئے کہ ہم کیا کریں؟ بھلا انتظار کی بھی کوئی حد ہوا کرتی ہے۔ کہاں سے ایسا دل لائیں۔ بھئی ہم سے تو برداشت نہیں ہوتی۔ سچ پوچھیے تو ہم اتنیت بیاکل ہیں۔ اور جگت گورو ناھری ناتھ سے پرارتھنا کرتے ہیں کہ وہ سمئے جلد آئے جبکہ پربھو کے ان پریہ متروں سے کچھ نہ کچھ ہمارا بھی سنبندھ ہو جائے۔

ہاں ہاں آمدم برسر مطلب۔ ہاں سوامی جی سیلئے سنکچیپ عرض کیا چاہتا ہوں۔ میں ایک مسیحی نوجوان ہوں۔ میں نے آپ کی مشن کے وشئے میں بہت کچھ پڑھا اور سنا ہے اور سوامی سندر سنگھ جی سے بہت کچھ اس کے وشئے میں باتیں بھی کیں مجھ کو آپ کی مشن کیخدمت سے بہت کچھ دلچسپی ہے۔ اور میں برابر پربھو سے آپکی مشن کے لئے پرارتھنا کرتا ہوں۔ اب میرا بیہ نویدن ہے کہ کیا مجھ کو آپ اپنی مشن کا ممبر بنا سکتے ہیں۔ یا کیا مجھ کو آپ یا آپ کے کسی منسٹر کا درشن مل سکتا ہے۔ اس سے میرے کئی ایک ذاتی لابھ ہیں۔ ۱۔ میرا دل بڑھیگا۔ ۲۔ میری روحانی ترقی ہوگی اور پربھو کی سیوا کرنے کے لئے اور بھی زیادہ جوش بڑھ جائیگا۔ وغیرہ۔ بس آپ مہربانی کر کے مجھ کو نور افشاں کے دوارا کچھ آگیا دیں تو بڑی کرپا ہوگی تتھاستھو

مراقم۔ کالون سنگھ غنی۔ لکھنؤ

کرسچن کالج لکھنؤ

غزل

از نتیجہ افکار جناب مسٹر ایم سیموایل صاحب وفا وزیر آبادی

تلمیذ جناب ساحر بدایونی حال مقیم تتھا نگر چک ۲۴۲ ضلع ملتان

وہ سیہ بخت کسی حال میں دلشاد نہیں۔
جس کے دل میں میرے اللہ تری یاد نہیں

اک زمانے میں مچا رکھی ہے ہلچل ظالم
تجھ سا ابلیس کوئی مانئے بیداد نہیں۔

ہے مناسب یہ بشر کو رہے ہشیار مدام
شاد رہنے کی جگہ گلشن ایجاد نہیں۔

خدمت دیں ہے تلاوت ہے کلام حق کی
ماسوا اس کے مجھے اور ہنر یاد نہیں۔

مژدہ بخشش کا پڑھا میں نے کلام حق میں
اسلئے دل میں مرے خطرہ روداد نہیں

منفعل اپنی خطاؤں سے ہوں ایسا دل میں
کسی صورت کسی پہلو میرا دل شاد نہیں۔

دیکھکر حالت انسان مجھے ہے افسوس
جس نے بخشی ہے حیات اُسکی کوئی یاد نہیں۔

پا کے عیسےٰ سا شفیع فیض نہ پائے تو دلا
تجھ سا بدبخت جہاں میں کوئی ناشاد نہیں۔

مجھ شکایت ہے تو بس کاتب اعمال سے ہے
شکوہ جور فلک کی مجھے فریاد نہیں۔

تم ہو معبود مرے میں ہوں تمہارا بندہ
جز تمہارے میرے دل میں کوئی آباد نہیں

کاش سوتے میں مسیحا یہ وفا سے کہہ دیں
چھوڑی تکلیف میں بھی تو نے مری یاد نہیں

مسئلہ حل طلب

فرض کیجیے کہ ایک مسلمان کی چار بیبیاں اور چاروں کے بچے بھی ہیں۔ وہ مسیحی ہونا چاہتا ہے۔ سوال لازم آتا ہے کہ وہ اپنی بیویوں کے ساتھ کیا سلوک کرے؟ بعض کہتے ہیں کہ وہ پہلی کو یا چاروں میں کسی ایک کو جسکو وہ زیادہ چاہتا ہو ساتھ رکھے اور دوں کو چھوڑ دے اعتراض ہوتا ہے کہ جناب ان تینوں وفادار بیویوں نے کبھی مجھ سے بے وفائی نہیں کی اور میں اُن سب سے محبت رکھتا ہوں یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ میں انہیں علیحدہ کر دوں۔ جس طرح قرابت داری میں ایک شخص کے کئی بیٹے بیٹیاں بہنیں وغیرہ ہوتی ہیں تو کیا وہ اُن سب سے یکساں محبت نہیں رکھتا۔ کیا ایک غیر شخص اور قریبی رشتہ دار میں فرق نہیں؟ ہاں ضرور ہے تو مسیحی مذہب میں شامل ہونے کے لئے یہ محبت کا قانون ہے۔



کہ وہ اپنی بیوی اور بچوں کو جدا کر دے۔ اس لئے کہ یہ اُس کی نجات کے لئے سد راہ ہیں۔ بھلا پولوس رسول کا اس عبارت سے کیا مطلب تھا۔ جب اُس نے قرنتیوں کے خط میں لکھا کہ اے مرد تجھے کیا خبر ہے کہ تو اپنی عورت کو بچائے۔ (۱ قرنتیوں ۷: ۱۶) بچانا ساتھ رکھنے میں۔ اور ہلاک کرنا چھوڑ دینے میں ہے۔ یہ کہہ دینا تو آسان ہے کہ چھوڑ دے۔ مگر عملاً مشکل ہے بالفرض اگر چار میں بیویاں اپنے شوہر کے ساتھ مسیحی ہونے کے لئے تیار ہوں تو بھی ایک بیوی کی شرط اور بیویوں کے لئے سد راہ ہے۔ یہ مضمون کئی مرتبہ نورافشاں میں شائع ہوا۔ مگر یہ مشکل ابتک حل نہیں ہوئی ممکن ہے کہ ایسے متلاشی ہوں جو محض اسی رکاوٹ کے سبب نجات سے محروم رہیں۔ جو مشنری مسلمانوں میں خدمت کرتے ہیں وہ اس قسم کی اور بہت سی مشکلات کو محسوس کرتے ہیں مگر اس دیوار کے منہدم کرنے سے معذور و مجبور ہیں امید ہے جہاں آئے دن اصلاحیں ہو رہی ہیں اس ضروری مسئلہ کو بھی کوئی صاحب حل کرینگے۔ تاکہ خداوند کے حضور آنے والوں کے لئے راہ کھلے اور وہ نجات ابدی سے محروم نہ رہجائیں

ایک مسیح کا خادم از مسوپوٹامیہ۔

ایک اور اڈیٹر پبلسٹی کمیٹی میں

ناظرین اس خبر کو دلچسپی کے ساتھ پڑھینگے۔ اڈیٹر پنجابی و اڈیٹر اخبار پیسہ و اڈیٹر اخبار ہلال و درویش کے بعد صوفی محمد حسن پیشاور اڈیٹر اخبار پیشوا اور رسالہ مستانہ جوگی کو بھی ڈسٹرکٹ پبلسٹی کمیٹی فیروزپور میں بطور اسسٹنٹ سکرٹری کے جناب ڈپٹی کمشنر صاحب فیروزپور نے لیا ہے۔ اور اُن کے اخبار پیشوا کی تمام خدمات ڈسٹرکٹ پبلسٹی کمیٹی میں منتقل ہو گئی ہیں۔ اخبار پیشوا محض محصول ڈاک آنے پر شائقین کو مفت ملا کریگا۔ اور تمام اخراجات صوفی محمد حسن پیشاور برداشت کیا کرینگے

مؤنی بابا

گذشتہ سے پیوستہ۔

خاص کر ہماری آپس کی دوستی اور محبت کی تصویر تو اس جہنمی دنیا میں پاک بہشت کا ایک چھوٹا سا نظارہ ہی تھا۔ مجھے یاد ہے کہ جب میں اور میرا بھائی جو کلکتے میں پڑھتا تھا گرمی کی چھٹیوں میں اپنے گھر پر اکٹھے ہوتے تھے تو کس قدر ہم اپنے وقت کو دینی کتابوں کی تلاوت دینی گفتگو اور دعا میں صرف کرتے تھے۔ پھر پیارا بھائی ہے میرا بھائی جب میڈیکل کورس ختم کرکے گھر آیا۔ چند ہی دنوں میں بیمار ہوکر مرگیا۔ میں اس وقت گھر پر نہ تھا۔ رنگپور ہائی سکول میں پڑھتا تھا جب گھر آیا تو سنا کہ جب وہ آخری سانس لے رہا تھا۔ اور میری بیوہ ماں چلا کر رونے لگی تو کہنے لگا ماں مت رو میں ایسے ایک دیش میں جاتا ہوں۔ جہاں نہ رنج ہے نہ غم۔ وہاں صرف آنند ہے یہ کہکر وہ اسی دیش کی طرف چلدیا۔

میرا ایک اور دوست کیدار ناتھ بھی اُسی ابدیکے عالم کی طرف چلا گیا تھا۔ بعد کو زندگی میں اور بھی بہت ناگوار باتیں واقعہ ہوئیں۔ میری بھی زندگی ایک رنجیدہ تھی نہایت ہی رنج اور غم کی حالت میں میں سندیا پنکرنی میں آیا۔ وہاں پیارے لعل مجھکو ملا پر اُس کی حالت مجھ سے بھی زیادہ رنجیدہ تھی۔ اُس کے چہرے پر از حد اُداسی تھی۔

(۵)

عرصے سے ہماری پینے کی ٹولی ٹوٹ گئی تھی میں پڑھنے کے لئے رنگپور چلا گیا تھا۔ بھیر بھائی کے مرنے سے بے دل ہو گیا اور اس سے وہ سکول کی پڑھائی بالکل چھوڑ بیٹھا رہے یکم ستمبر ۱۸۸۷ء کی بات ہے۔ رگھو لال انٹرنس پاس کرکے کلکتے میں چلا گیا تھا۔ اور وہاں کسی کالج میں پڑھتا تھا۔ اُس نے اپنی ہمشیرہ کمودنی کو بھی چپکے سے اپنے والدین کے ہاں سے آکر اپنے پاس کلکتے میں لے پہنچا تھا۔ وہ بیتھون سکول میں پڑھتی تھی۔ (یہ ۱۸۸۵ء کی بات ہے) جگبندھو بھی کلکتے میں کسی کالج میں پڑھتے تھے۔ تارک ناتھ انٹرنس پاس کرکے کچھ عرصے تک کلکتے کے پاس شیب پور انجنیرنگ کالج میں پڑھتا رہا بعد کو پٹنہ کی طرف چلا گیا۔ یہ شاید ۱۸۸۶ء کی بات ہے۔ میں شاید ۱۸۸۹ء میں سندیا پنکرنی میں آیا۔ ۱۸۸۹ء رگھو لعل نے شادی کی تھی اور نلہٹی نام ایک قصبے میں وہاں کے مڈل انگلش سکول میں ہیڈ ماسٹر کا کام کرتا تھا میں بتا بھول گیا کہ سندیا پنکرنی ضلع رنگپور کا ایک گاؤں تھا۔ شہر سے دریا ۱۰ میل کے فاصلے پر واقعہ تھا۔ نزدیک کے ایک گاؤں میں ریل کا اسٹیشن تھا سو ہم ریل ہی کے ذریعہ سے ہم رنگپور پہنچتے تھے جب ہماری پیاری ٹولی ٹوٹ گئی تو رنگپور میں ایک اچھی ٹولی بنگئی اگرچہ سندیا پنکرنی ہندوؤں کا گاؤں تھا تاہم وہاں برہمو جو استاد ہی رہتے تھے۔ ان میں سے بعض پیچھے رہبر مشنری بھی بنے۔ اور علاوہ کچھ سیدپور۔ نیلپھاماری۔ کوری گرام وغیرہ۔ بلکہ اور جگہوں میں بھی برہمو تھے جنکا مرکز رنگپور تھا۔ میں جس زمانہ کا بیان کرتا ہوں اسمیں ۱۸۸۶ء سے ۱۸۸۹ء تک رنگپور میں برہمو سماج بہت رونق پر تھا۔ رنگپور میں جس وقت جب علانیہ میں نے ذات کا بندھن توڑ ڈالا تو میرے ماموں نے جو وہاں کے ایک رئیس تھے مجھکو اپنے گھر سے نکال دیا۔ اور شہر میں بڑی ہل چل مچی ہندوؤں نے برہمو سماج کے خلاف ایک ہندو سبھا قائم کی۔ پر ہندو سبھا کے سب سے بڑے پنڈت جی خدا کی ہستی کے قائل نہ تھے۔

اُن دنوں ہم نوجوانی کے جوش میں [illegible]

مچایا کرتے تھے۔ یہ پیارے لعل گھر پالنے میں رہتا تھا۔ وہ اپنے آگے ترسی نہ بچھاتا تھا۔ اس کے اس خط کو پڑھئے۔ جو قریب انہیں دنوں اس نے اپنی بہن کو لکھا تھا۔

خط

بہن۔ مگھوتسو[1] سے واپس آنے کے بعد مجھ کو تمہاری کوئی خبر نہیں ملی۔ اپنی خبر بھیجکر مجھے خوش کرنا تم سب باغ میں گئی ہوئی تھیں[2]۔ سو آنے کے وقت میں تم سے مل نہ سکا۔ جب سے آیا ہوں تب سے بیمار ہوں۔ ... بخار نکلا تھا۔ باپ کے فضل سے شاید اب آرام سے کھا وہاں اس کو پکار سکونگا۔ میری بیماری کی تکلیف بھی مجھ کو اس کی رحمت بخش گود سے جدا نہیں کر سکی۔ میں باپ کی لا انتہا مہربانی سے بیچ بیچ میں ایسی راحت محسوس کرتا تھا۔ کہ بیرونی عذاب مجھ کو بہت دکھ نہیں پہنچا نہ سکا۔ وہ ماں کی طرح میرے سرہانے بیٹھکر میرے سر پر ہاتھ پھیرتا تھا۔ اور اس سے میں اس جگت ماتا[3] کی محبت کو محسوس کرتا تھا۔

تمہارے بورڈنگ میں جو عبادت کا وقت مقرر ہے اسکے علاوہ تمہاری اپنی اپنی عبادت کے لئے بھی مقررہ وقت ہونا چاہئے۔ وہ وقت رات کو ہو تو اچھا ہوگا۔ تم جو دعا مانگی کرتی ہو۔ یہ بات کبھی کر جانتے نہ رہنا۔ پوشیدگی میں باپ کو پکارنا باپ تم کو ایک اچھی لڑکی بنائیگا

تمہارا بڑا دادا[4]۔ پیارے لعل

---

[1] یہ برہمو سماج کا سالانہ جلسہ ہے۔ جو ماگھ کے مہینے میں ہوا کرتا ہے۔ خاص کر کلکتے میں۔

[2] بعض ماگھوتسو کے آخری دن بہت سے برہمو کلکتے سے باہر کسی باغ میں جاتے ہیں۔ وہاں پیڑوں کے نیچے عبادت بھی ہوتی ہے۔ اور سب ملکر پریم بھوجن بھی کرتے ہیں۔

[3] یعنی خدا۔ [4] بنگالی میں دادا بڑے بھائی کو کہتے ہیں

دستور العمل نور افشاں

قیمت سالانہ اہل شہر سے بغیر محصول ڈاک عہ

ہندوستان و پنجاب سے معہ " ے

غیر ممالک سے " " ۱۲/ ے

قیمت ہر حالت میں پیشگی لیجاوے گی۔

شرح اُجرت اشتہارات

مقدار اشتہار	سہ ماہی	ششماہی	سال تمام
کالم کا ⅛ حصہ	۸/	ے	لعہ
چوتھائی کالم	ے	لعہ	عہ
نصف کالم	لعہ	عہ	صہ
پورا کالم	عہ	صہ	ـہ
پورا صفحہ	صہ	صعہ	اصہ

ہر ایک دفعہ کے لئے فی سطر ایک روپیہ سے کم کسی اشتہار کے لئے نہ لیا جائیگا۔

پادری ای ایم ویری صاحب ڈی ڈی ایڈیٹر و منیجر نور افشاں کے لئے مشن پریس لودیانہ میں باہتمام وائیلی برادرز چھپا